

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کا موقف

دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن و سنت کے علوم کی تعلیم ایک ایسی فضاء میں دی جائے جو ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور دباؤ سے آزاد ہو، اور جہاں نہ صرف قرآن و سنت کی تعلیم کسی قسم کی آمیزش کے بغیر ٹھیکہ دینی نقطہ نظر سے دی جاسکے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاص، لٹھیت اور اتباع سنت کی عملی تربیت بھی دی جائے۔ الحمد للہ برصغیر میں ”دینی مدارس“ صدیوں سے یہ خدمت کسی تام و نمود کے بغیر انجام دے رہے ہیں، انہوں نے انگریزی استعمار کے دور میں بھی خاموشی کے ساتھ علوم اسلامی کی شمع جلائے رکھی، اور دنیا کی ہر چمک دک کو خیر باد کہہ کر اسلامی علوم کی خدمت انجام دیتے رہے جس کے نتیجے میں ہماری تاریخ کی وہ عظیم جگمگاتی ہوئی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی خدمات پورے عالم اسلام میں سراہی گئیں۔

ان مدارس کا حقیقی فائدہ اسی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے جب یہ اپنے تعلیمی نظام اور اپنے ماحول کی صورت گری میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوں، اور ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو، یہ آزادی اور خود مختاری مدرسے کے ارباب حل و عقد کو اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر مطلوب نہیں، بلکہ اس کا مقصد اسلامی علوم اور ان کے تحت پیدا ہونے والے مزاج و مذاق کا تحفظ ہے، اور یہ تحفظ اصحاب مدارس کو اتنا عزیز ہے کہ اس کی خاطر انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس نے حکومتوں سے کوئی مالی امداد طلب کی ہو، آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس کے اساتذہ یا منتظمین نے اپنی تنخواہوں کے اضافے یا اپنے مالی مفادات کے لئے کوئی مطالبہ یا کوئی احتجاج کیا ہو، بلکہ انگریزی استعمار کے دور میں، کبھی ان مدارس نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ ان کی جاری کی ہوئی اسناد کو سرکاری طور پر منظور کیا جائے، اور باوجودیکہ انگریز نے معیشت کے دوران ان لوگوں پر مکمل طور پر بند کر دیئے تھے، ان اصحاب مدارس نے رکھی سوکھی کھا کر اور مونٹا جھوٹا پن کر گزرا کیا، لیکن کبھی حکومت سے کوئی مدد مانگی، نہ عہدے اور منصب طلب کئے۔ ان قربانیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اپنی زندگیاں قرآن و سنت کے تحفظ کے لیے وقف کی تھیں، اور اس کے ٹھیکہ مزاج و مذاق کو محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنا ہر مفاد قربان کر سکتے تھے۔

پاکستان کے دینی مدارس بھی بفضلہ تعالیٰ اسی راہ پر گامزن ہیں، البتہ انہوں نے حکومت کے ساتھ تعاون اور اس کے کسی معقول مطالبے سے کبھی انکار نہیں کیا، چنانچہ پچھلے دنوں حکومت کے مختلف نمائندوں کے ساتھ بار بار کے مذاکرات میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ مدارس کو رجسٹریشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ بیشتر دینی مدارس پہلے سے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اور جو مدارس ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کو بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ”رجسٹرڈ“ کرانے سے مدارس کو کوئی انکار نہیں۔ بشرطیکہ اس کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے جو ان کی آزادی، خود مختاری اور ان کے متواتر طریق کار کے منافی ہو، حکومت کی طرف سے بھی بار بار اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی تھی، لیکن زیر نظر مجوزہ آرڈی نینس کے بنظر غائر مطالعے کے بعد ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس آرڈی نینس میں ان یقین دہانیوں کا کوئی عکس موجود نہیں ہے، اور اس میں رجسٹریشن کے نام پر دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری کو بالکل سلب کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ آرڈی نینس کی خاص خاص باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ: اس مجوزہ آرڈی نینس کا ناقابل قبول پہلو یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو ”پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ اور ”صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ کے ماتحت بنا کر ان کی آزادی اور خود مختاری کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے۔

جہاں تک ”پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ کا تعلق ہے خود اسی مجوزہ آرڈی نینس کی رو سے اس سے مراد وہ ”پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“

ہے جو ماڈل دینی مدارس بورڈ آرڈیننس ۲۰۰۱ء کے تحت قائم ہو۔

ماڈل دینی مدارس کے آرڈیننس کے اجراء کے وقت حکومت کی طرف سے بار بار یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اس بورڈ کا مقصد صرف مجوزہ ماڈل دینی مدارس کا انتظام ہوگا، اور اس کا ان مدارس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جو اس بورڈ سے الحاق کرنا نہ چاہیں، چنانچہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ”ماڈل دینی مدارس: ضرورت، آرڈیننس، نصاب“ کے نام سے جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے صراحت لکھا ہے کہ: ”اس آرڈیننس کا مقصد نہ تو دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے، نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ کسی ادارے کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے“ (ماڈل دینی مدارس، صفحہ ۶) لیکن اب ان واضح یقین دہانیوں کے برعکس اسلام آباد کے وفاقی علاقے کے دینی مدارس کو بورڈ سے رجسٹریشن کا پابند بنایا جا رہا ہے، بلکہ دفعہ ۶ کے تحت، اسے تمام دینی مدارس کے رجسٹریشن اور ان کی کارگزاری (Operation) کے لیے اصل پالیسی ساز ادارہ قرار دے دیا گیا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے فرائض کی انجام دہی (Operation) کے لیے خود پالیسی وضع کرنے کے بجائے اس ”پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ کی بنائی ہوئی پالیسیوں کے تابع ہو گئے۔

”صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ ایک نیا بورڈ ہوگا جو ہر صوبے میں الگ الگ قائم کیا جائے گا۔ مجوزہ آرڈیننس کی دفعہ ۴ کی رو سے اس کا چیئرمین چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف یا سیکریٹری وزارت مذہبی امور ہوگا، نیز وزارت تعلیم اور وزارت داخلہ کا ایک ایک افسر جو ایڈیشنل سیکریٹری کے رتبے سے کم نہ ہو، اس کے ممبر ہوں گے، اور ڈائریکٹر اوقاف اس کا ممبر سیکریٹری ہوگا، اور چار ایسے نمایاں اشخاص اس کے ارکان ہوں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق رہے ہوں، اس بہت ترکیبی سے صاف واضح ہے کہ اس بورڈ کا سربراہ اور تین ارکان سرکاری افسران ہوں گے، اور چار افراد ایسے لیے جائیں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق (involve) رہے ہوں، یعنی ان کا باقاعدہ عالم دین ہونا بھی ضروری نہیں، اتنا کافی ہے کہ وہ کسی حیثیت سے مذہبی تعلیم سے متعلق رہے ہوں۔ یہ ”صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ صوبے کے تمام دینی مدارس کی نہ صرف رجسٹریشن کرے گا۔ بلکہ ان کی نگرانی اور ان کے لیے قواعد و ضوابط بھی وضع کریگا۔ چنانچہ دفعہ ۶ کے شق ۲ میں کہا گیا ہے کہ: ”پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ اور ”صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ وہ تمام کام انجام دیں گے جن میں دینی مدارس کی رجسٹریشن، ان کی نگرانی اور ان کے قواعد و ضوابط بنانا بھی شامل ہیں، اور اس کے علاوہ وہ تمام کام جو اس آرڈیننس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوں“

دفعہ ۱۰..... کی شق ۵ (A) میں کہا گیا ہے کہ دینی مدرسے کو رجسٹریشن کی درخواست کا این او سی لینے کے لیے یہ ضمانت لینی ہوگی کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ انہیں جو اضافی مضامین پڑھانے کے لیے کہے، وہ دینی مدرسہ انہیں پڑھانے کو یقینی بنائے گا۔ نیز دفعہ ۱۶..... میں کہا گیا ہے کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ کسی دینی مدرسے کے بارے میں اس بات پر مطمئن نہ ہوں کہ اس میں کوئی بد نظمی، مالی معاملات میں بے قاعدگی یا آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنے ہوئے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پائی جا رہی ہے تو وہ اس مدرسے کی انتظامیہ کو معطل کر کے مدرسہ پر کوئی ایڈمنسٹریٹر یا نگران انتظامیہ مقرر کر دے۔ دفعہ ۱۷..... میں پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی رائے میں کسی مدرسے میں اس آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پائی جائے تو وہ اس دینی مدرسے کا رجسٹریشن سرفیکٹ معطل یا منسوخ کر دیں۔

دفعہ ۲..... میں دونوں قسم کے بورڈز کو یہ ضوابط بنانے کے بھی اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ مختلف سندھات کے لیے کم سے کم کورس کا معیار متعین کریں، مختلف کورسز کے دورانیہ کا تعین کریں، تربیتی کورسز میں داخلے کی شرائط طے کریں، مدارس میں اساتذہ کے تقرر کے لیے کم سے کم تعلیمی معیار اور تجربہ کی مقدار مقرر کریں، امتحانات کا معیار اور امتحان کا طریق کار وغیرہ متعین کریں۔

مجوزہ آرڈیننس کے ان تمام احکام کو مد نظر رکھتے ہوئے جو صورت واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کئی طور پر ان سرکاری بورڈز کے تابع ہو گئے دینی مدارس کی پالیسیاں وضع کرنے سے لے کر نصاب کا تعین، امتحانات کے طریق کار، اساتذہ کا تقرر اور مدارس کا نظم و نسق چلانے تک ہر چیز ان بورڈز کے ماتحت ہوگی، اور دینی مدارس کی انتظامیہ کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ مدارس چلانے کے لیے مالی وسائل صرف اپنے بل بوتے پر اکٹھے کرے، (کیونکہ یہی ایک شعبہ ہے جس میں بورڈز نے اپنے سر کوئی ذمہ داری یعنی مناسب نہیں سمجھی) اور ہر وقت اس کے سر پر یہ تلوار لگتی رہے کہ کسی بھی وقت بورڈز کے اہلکار اس پر بدعنوانی یا بے قاعدگی کا الزام عائد کر کے چاہیں تو انتظامیہ کو معطل کریں اور چاہیں تو مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر کے اس کے تمام اثاثے دفعہ ۷ اشن ۳ کے تحت کسی اور من پسند مدرسے کو دیدیں۔ ”صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے اپنے ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ کے خطاب میں کہا تھا کہ:

اس مدرسہ Strategy کا کوئی مقصد نہیں ہے کہ مدرسوں کو خواہ مخواہ گورنمنٹ کے کنٹرول میں لیں، اور جوان کی اتنی بہترین اچھائیاں ہیں ان کو ہم حکومت کے کنٹرول میں لے کر خراب کریں،، (نوائے وقت لاہور ۱۳/ جنوری ۲۰۰۲ء صفحہ ۸) نیز وفاقی وزیر مذہبی امور نے ”ماڈل دینی مدارس آرڈیننس کے بارے میں کہا تھا کہ ”مقصد نہ تو دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ ہی کسی ادارہ کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے“ (ماڈل دینی مدارس صفحہ ۸) صدر پاکستان سے لے کر وزیر مذہبی امور تک جس بات کی یقین دہانی کراتے رہے ہیں، مجوزہ آرڈیننس نے اس کے بالکل برعکس دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعے بالکل ختم کر کے تمام دینی مدارس کو بیوروکریسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان وجوہ سے مجوزہ آرڈیننس میں صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام اور دینی مدارس کی رجسٹریشن اور نگرانی کا کام اس کے اور پاکستان مدرسہ ایجوکیشن کے سپرد کرنا دینی مدارس کے لیے قطعی ناقابل قبول ہے۔ سرکاری سطح پر اس قسم کا بورڈ قائم کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، نہ دینی مدارس کی رجسٹریشن سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ چونکہ آرڈیننس کا سارا ڈھانچہ بورڈز پر قائم ہے جو اصولاً ہی قابل قبول نہیں، اس لیے جزوی ترمیمات سے آرڈیننس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ تاہم بورڈز کے قیام کے علاوہ مجوزہ آرڈیننس میں جو باتیں مزید قابل اعتراض اور ناقابل قبول ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

دفعہ ۳ اشن ۴..... جن دینی مدارس میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہے، ان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ضلع ناظم کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق ضلعی حکومت کو مدرسے کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کریں جن میں ان کے ذرائع آمدنی بھی داخل ہیں۔ ایسے مدارس جن میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہوتا عموماً چھوٹے مدارس اور مکتب ہوتے ہیں جو نہایت قلیل وسائل سے آبادی کی تعلیمی خدمت انجام دیتے ہیں۔ ضلعی انتظامیہ کو معلومات فراہم کرتے رہنا ان چھوٹے مدارس کو انتظامیہ کی طرف سے ہراساں کرتے رہنے کا سبب بنے گا۔

دفعہ ۷..... اس دفعہ میں نئے مجوزہ طریق کار کے مطابق ہر دینی مدرسے کو رجسٹریشن کا پابند بنایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں ان کی رجسٹریشن کا عدم قرار دیدی گئی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔

دفعہ ۹..... اس دفعہ میں رجسٹریشن کی درخواست کے ساتھ مدرسہ کے ذرائع آمدنی (g) اور مدرسہ کے اہم معاونین (k) کی تفصیلات

داخل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ دینی مدارس کے اکثر معاونین وہ ہوتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے مدارس کو چندے دیتے ہیں، ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو اپنے نام کا اعلان نہیں چاہتے یہ پابندی ان کے لیے ناقابل قبول ہوگی، نیز بہت سے چندے دینے والے اس اعلان کے نتیجے میں سرکاری اہلکاروں کی طرف سے ہراساں کئے جانے کا خطرہ محسوس کریں گے، اور نتیجتاً مدارس کے چندے میں کمی واقع ہوگی۔ عجیب بات ہے کہ آج تک کسی انجمن، کسی جماعت یا کسی این جی اوز کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے چندے دینے والوں کی فہرست حکومت کو مہیا کرے لیکن سارے معاشرے میں اس کام کے لیے صرف دینی مدارس کو منتخب کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے معاونین کی فہرست حکومت کو فراہم کریں۔

دفعہ ۱۰..... اس دفعہ میں بورڈ کو رجسٹریشن کی درخواست دینے سے پہلے ہر دینی مدرسے کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ پہلے ضلع ناظم سے این او سی حاصل کرے۔ ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ این او سی جاری کرنے سے پہلے بہت سی باتوں کا اطمینان کرے، اور مدرسہ کے ذمہ داروں سے متعدد ضمانتیں لے جن میں بورڈ کے تجویز کردہ اضافی نصاب کو اختیار کرنے کا عہد، متوقع ذرائع آمدنی اور چندوں کا اندازہ اور ۱۸ سال سے کم عمر غیر ملکی طلبہ کو داخلہ نہ دینے کا عہد بھی شامل ہے۔ اسی دفعہ کی شق ۳، ۴ میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مدرسہ کی زمین مدرسے کی گورننگ باڈی کے نام منتقل ہو، کسی فرد یا خاندان کے نام نہ ہو۔ اس کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ کوئی مدرسہ کسی کرایہ کی جگہ پر قائم نہ ہو سکے۔ نیز دینی مدارس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فرد یا خاندان اپنی مملوکہ زمین میں دینی تعلیم کے لیے کوئی ادارہ قائم کر دیتا ہے۔ بالخصوص مدارس کے آغاز قیام میں اس طرح کی صورتیں بکثرت پیش آتی رہتی ہیں۔ اور انہیں روکنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔

نیز اس دفعہ کی شق (vi) میں مدرسے کے عہد داروں یا انتظامیہ سے یہ بیان حلفی لینے کو کہا گیا ہے کہ مدرسہ یا مدرسہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی بھی حیثیت میں کسی دہشت گردی، جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت میں ملوث نہیں ہوگا۔ ملک کے تمام دوسرے اداروں، جماعتوں اور انجمنوں کو چھوڑ کر صرف دینی مدارس کے ذمہ داروں سے یہ بیان حلفی لینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملک بھر میں دہشت گردی کے سب سے بڑے مجرم، نسلی اور لسانی منافرت پھیلانے والے گروہ اور جماعتیں ہیں، نہ دوسرے تخریب پسند، بلکہ اس جرم کے سب سے بڑے مرتکب دینی مدارس ہیں۔ پھر نہ دہشت گردی کی کوئی تعریف قانون میں دی گئی ہے، نہ جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرکاری اہل کار جس مدرسے پر چاہے من مانی تعریف کی بنیاد پر ان جرائم کا الزام لگا دے، اور اسے حلف نامے کی خلاف ورزی کے جرم میں بند کر دیا جائے۔ اسی دفعہ کی شق ۸ (viii) میں ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر سے رپورٹ حاصل کرے کہ مجوزہ جگہ پر مدرسے کے قیام سے فرقہ وارانہ جذبات پیدا نہیں ہونگے۔ نہ آبادی کو بے آرامی کا خطرہ ہوگا۔ یہ ساری مجمل باتیں بھی سرکاری اہل کاروں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا کہ وہ جس مدرسے کا قیام مرضی کے خلاف پائیں، اسے یہ کہہ کر روک دیں کہ فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہونے کا یا آبادی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

دفعہ ۱۱..... ضلع ناظم سے این او سی حاصل ہونے کے بعد درخواست بورڈ کو پیش کی جائے گی، اور وہ رجسٹریشن سے پہلے یہ اطمینان کرے گا کہ اسلاف تعلیمی قابلیت کا حامل ہے۔ یہ معاملہ بھی بورڈ کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ نیز بورڈ اس بات کا بھی اطمینان کرے گا کہ مدرسے کا قیام مذہبی تنازعات، فرقہ واریت، تفرقہ بازی یا منافرت کی فضا پیدا نہیں کرے گا۔ یہ سب باتیں چونکہ مستقبل کے خدشات سے متعلق ہیں، لہذا کسی بھی مدرسے کا رجسٹریشن ان میں سے کوئی بھی خدشہ ظاہر کر کے روکا جاسکتا ہے۔ اگر واقعہ فرقہ وارانہ منافرت کا دروازہ بند کرنا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ سرکاری اہل کاروں کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جس مدرسے کو چاہیں، اس بنیاد پر بند کر دیں۔ بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ منافرت کے

اسباب مثلاً ایک دوسرے کے اکابر اور قابل احترام شخصیتوں کی توہین وغیرہ کا واضح تعین کر کے ہر اس شخص کو بذریعہ عدالت مستوجب سزا قرار دیا جائے جو ان اسباب کا مرتکب ہو۔

دفعہ ۱۲..... اس دفعہ کی شق ۳ میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حامل کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مجوزہ آرڈیننس، بلکہ اس کے تحت جاری ہونے والے تمام قواعد، ضوابط، احکام، شرائط اور ہدایات کی پابندی کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات صرف رجسٹریشن کرانے کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ بورڈ کی لگائی ہوئی تمام شرائط، اس کے جاری کئے ہوئے تمام احکام اور ہدایات ہر مدرسے کے لیے واجب التعمیل ہیں جن کی خلاف ورزی پر مدرسہ بند کیا جاسکتا ہے۔ دینی مدارس کو ان احکام و ہدایات میں اس طرح سے جکڑنے کے باوجود کیا یہ کہنے کا کوئی جواز ہے کہ دینی مدارس کو حکومت اپنے کنٹرول میں لے کر خراب کرنا نہیں چاہتی؟

دفعہ ۱۵..... اس دفعہ (شق سی) کے تحت دینی مدرسہ کے اکاؤنٹ صرف بورڈ کے منظور کردہ بینک میں کھولے جاسکتے ہیں، اور حسابات کا آڈٹ صرف وفاقی وزارت مذہبی امور یا صوبائی محکمہ اوقاف کے منظور کردہ آڈیٹرز سے کرایا جاسکتا ہے۔ (اصل دفعہ میں وفاقی یا صوبائی حکومت لکھا ہے، مگر تعریفات میں "وفاقی حکومت" سے مراد وفاقی وزارت مذہبی امور اور "صوبائی حکومت" سے مراد محکمہ اوقاف یا صوبائی حکومت کا متعین کردہ کوئی اوزار ادارہ ہے)۔ دینی مدارس کو اس حد تک پابند کرنا کہ وہ اپنی پسند کے بینک میں خود نہ اکاؤنٹ کھول سکیں اور نہ آڈیٹر کا تعین کر سکیں، ایک ایسی پابندی ہے جس کی نظیر دوسرے اداروں میں ملنی مشکل ہے۔

دفعہ ۲۲..... اٹھارہ سال سے کم عمر کے کسی غیر ملکی طالب علم کے داخلے پر پابندی لگادی گئی ہے دینی مدارس میں چونکہ حفظ و ناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے جس کا بہت سے دوسرے ملکوں میں انتظام نہیں ہے، اس لیے بہت سے غیر ملکی بچوں کو ان کے والدین کسی سرپرست کے ہمراہ تعلیم کے لیے پاکستان بھیجتے ہیں یہ سرپرست بعض اوقات ان کا بڑا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار ہی ہوتا ہے جو اوپر کے درجات میں زیر تعلیم ہوتا ہے، اور بعض اوقات والدین خود پڑھائی کی غرض سے اپنے بچے کے ساتھ پاکستان آ جاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم رکھا جائے۔

دفعہ ۲۳..... اس دفعہ میں وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر ہر قسم کی غیر ملکی امداد لینے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ اگر کوئی مدرسہ کسی بیرونی حکومت سے امداد لینا چاہے تو اس کے لیے یہ پابندی حق بجانب ہو سکتی ہے، لیکن اس دفعہ میں غیر ملکی پرائیویٹ اداروں بلکہ غیر ملکی افراد تک سے کوئی چندہ وصول کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ بہت سے اہل خیر دوسرے ملکوں سے چھوٹی چھوٹی رقمیں بذریعہ چیک مدرسوں میں چندے کے طور پر بھیجتے ہیں، ان سینکڑوں اشخاص کی چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کرنے کے لیے وفاقی وزارت مذہبی امور سے اجازت حاصل کرنے کی پابندی سراسر بے جواز، غیر منصفانہ اور مشکلات پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ ان تمام دفعات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ مجوزہ آرڈیننس کا پورا ڈھانچہ غلط اور ناقابل عمل تصورات پر مبنی ہے اس لیے اس میں جزوی ترمیمات کر کے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور اسے کلی طور پر مسترد کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ہم ایک بار پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس نے حکومت کے کسی معقول مطالبے سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ رجسٹریشن کا جو طریقہ اب تک چلا آ رہا ہے، اس کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کا رجسٹریشن کرایا جائے۔ حکومت کو مدارس کے جو کوائف مطلوب ہوں مدارس نے کبھی انہیں دینے سے انکار نہیں کیا۔ نیز اگر کسی مدرسے میں کوئی خلاف قانون بات نظر آئے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کا راستہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ اس کے لیے کسی نئے قانون کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔